

اردو براۓ گیارہویں مجماعت

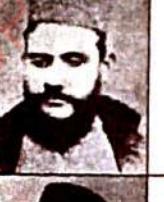
سینٹ نیپر ۵

شرنگاروں پر تبصرے

1

DADA OFFICIAL

فهرست

| نمبر شمار | صفحہ نمبر | عنوان | شامر |
|-----------|-----------|------------------------|---|
| ۱ | ۵-۲ | سر سید احمد خان |  |
| ۲ | ۸-۵ | خواجہ حسن ظای |  |
| ۳ | ۱۲-۹ | ڈیپٹی نذیر احمد دہلوی |  |
| ۴ | ۱۵-۱۳ | مولانا محمد حسین آزاد |  |
| ۵ | ۱۸-۱۶ | پطرس بخاری |  |
| ۶ | ۲۲-۱۹ | علامہ شبیلی نعمانی |  |
| ۷ | ۲۵-۲۲ | مولانا الطاف حسین حائل |  |

سریسید احمد خان

زندگانی:

وہ ذات ہاکمال کہ سید کہیں ہے
مصلح تھا، مجتهد تھا، زمانہ شناس تھا
اس نے دیا ہے نثر کو اسلوبِ نو ویم
دنیا بیجاتی ہے ادب کی اساس تھا

سریسید احمد خان بر صغر پاک وہند کے ایک عظیم مصلح اور نظر نگار کی حیثیت سے تاریخ میں ایک ازالہ اقبال قائم رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی تحریر میں انتباہ پر وازی کے کمالات دکھانے کے بجائے مقصدیت کو فویت دی، ذخیرہ الفاظ کی نمائش کے بعدے عام شہر زبان میں اپنے کمالات کا انہمار کیا اور اردو زبان کی رگوں میں تازہ لہو دوزا کر اسے ترقی یافتہ زبانوں کے ساتھ لا کھرا کیا۔ اسی وجہ سے سریسید کو جدید اردو نثر نگاری کا بانی ہوا چاہتا ہے اور حالی نے سریسید کو اردو نثر کا مورث اعلیٰ قرار دیا ہے۔

بقول مہمدی آقادی:

”سریسید کے کمالات ادبی کا عدم اعتراض صرف ناٹکری ہی نہیں بلکہ تاریخی غلطی بھی ہے۔“

تصانیف:

- تفسیر القرآن
- خطبات احمدیہ
- رسالہ تہذیب الاخلاق
- مقالات سریسید

سریسید کی طرز تحریر کی خصوصیات

سریسید جیسے بڑے ادیب کے رنگ تحریر کا احاطہ کچھ آسان نہیں مگر خصوصیات کی ایک دھنک جو دیکھائی جاسکتی ہے، اس

کے کچھ رنگ یہ ہیں۔

سادگی و سلاست:

سریسید سے پہلے اردو نثر شاعرانہ فنکاریوں اور تکلفات سے پر تھی۔ لیکن سریسید نے اپنی تحریروں میں سادہ اور فطری انداز اپنایا اور اردو ادب کو اخبار خیال کا ذریعہ بنایا۔

لیکن سادگی کے بارے میں رطب السان ہے۔

”جہاں تک ہم سے ہو سکا الفاظ کی سادگی اور بول چال کی صفائی پر کوشش کی۔ مشکل اور جچیدہ الفاظ کہ جو اس رمانے کی مقfiی ہمارت کھلاتی ہے اسکا اٹھایا۔“

ہذا ایک جگہ لکھتے ہیں:

”ہم نے بہت سے طالب علموں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کسی قسم کی تعلیم شروع کی مگر جلد ہی اسے چھوڑ دیا۔ انہوں نے

اس بات کا فیصلہ نہیں کیا ہوتا کہ وہ کیا لیں اور کیا کر سکتے ہیں۔

مقصدیت اور اصلاح معاشرہ:

سرید نے قوم کی زبول حالی کو دیکھا تو محسوس کیا کہ قوم کو حسن و عشق کی نفعوں کی نہیں بلکہ ایک بائیک جرس کی ضرورت ہے جو انہیں خواب غفلت سے بیدار کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، کسی شکس کی مقصد کے تحت لکھا ہے۔

بقول سرید:

”ایک اچھا ادیب وہی ہے جو کسی مقصد کے تحت لکھے۔“

مثلاً:

”پس اے میرے نوجوان ہم وطن اور اے میری قوم کے بھائی قوم کی بھلائی پر کوشش کروتا کہ آخری وقت میں اس بڑھے کی طرح نہ پچھتا۔ ہمارا زمانہ تو آخر ہے، اب خدا سے یہ دعا ہے کہ کوئی نوجوان اٹھے اور اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کرے۔ آمن“
(از گزرا ہوا زمان)

بے ساختگی و بے تکلفی:

سرید کی تحریروں میں بے ساختگی اور بے تکلفی کا انداز پایا جاتا ہے۔ جملوں میں بے رُگی کی کیفیت ملتی ہے، کیونکہ وہ خیالات کا ایک سمندر پڑھنے والے کو بے اختیارانہ منتقل کرنا چاہتے ہیں۔

بقول حالی:

”سرید نے جو کچھ لکھا ہے تابانہ لکھا، بے قرارانہ لکھا۔ اور وہ یوں ہی ہے کہ کسی کے گھر میں آگ لگ گئی ہو تو وہ مدد کے لیے لوگوں کو بلاعے کر آؤ اس آگ کو بجھاؤ۔ اس میں الفاظ کی ترتیب اور فقروں کی ترتیب کا خیال نہیں ہوتا۔“

موضوعات کی جدت:

سرید کے مضامین میں موضوعات کی جدت پائی جاتی ہے۔ وہ علمی، تحقیقی تحریروں میں نئے نئے موضوعات کو پیش کرتے ہیں کہیں وہ موضوع کے اعتبار سے مبلغ بن جاتے ہیں، کہیں وہ تاریخ دان بن کر لکھتے ہیں اور کہیں کہیں ان کے مضامین میں کہانی کا غصر بھی ملتا ہے۔

بقول صالح کوثر:

”سرید کے موضوعات کی جدت انہیں سب انشا پردازوں میں ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔“

جوش بیان:

سرید بڑی پر جوش شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت کا یہ رنگ ان کی تحریروں میں بھی جملتا ہے۔ ان کے نظر پارے شمشیر بے زنبور کی کاٹ رکھتے ہیں۔

بقول حالی:

”جس طرح تواریکی کاٹ درحقیقت ایک باڑ میں نہیں بلکہ سپاہی کے کرخت ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح کلام کی تاثیر اس کے نڈر دل اور بے لاغ زبان میں ہے۔“

استدلال:

سرید کی پوری تحریک ایک عقلی تحریک تھی۔ اسی لئے انہوں نے اپنی تحریروں میں استدلال سے کام لیا۔ انہوں نے ہربات کو عقل

کی کسوٹی پر پر کھنے کی کوشش کیا ہے۔
بقول مهدی آفادی:

”سرسید سے مقالات لگ کر لے جئے تو کچھ جیسی رہتا۔“

انگریزی الفاظ:

سرسید کی تحریروں میں انگریزی الفاظ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انظری بلی بیانی میں لکھتے چلے جاتے ہیں۔

مثال:

(الف) ”علیزادہ کانچ کے اسلوڈ میں میں سے ون پرسن بھی نہیں ہیں جنہیں ہائی سروز کے قابل سمجھا جاتے۔“

(ب) ”تمام سویلارڈ مکلوں میں ایک عام رواج ہے۔“ (عزم جزء مقالات سرسید)

انشائیت:

اگرچہ سرسید کی نشریں عام طور پر منطق اور استدلال پایا جاتا ہے لیکن سرسید کو ہی اردو میں انشائیت لگادی کا بانی کہا جاتا ہے۔ کیون کہ انہوں نے بعض مضامین ایسے لکھے جن میں تخيیل اور جذبات کا دخل ہے۔

ظرافت:

آپ کی تحریروں میں کہیں کہیں ظرافت و مزاج کی چاشنی اور طنز کی چیزیں پائی جاتی ہے، جو قاری کو بے اختیارات خداں کر دیتی ہے۔

مثال:

اپنے چند مخالفین کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جن کی بھلائی چاہتا ہے، ان ہی کو دشمن پاتا ہے۔ شہری و حشی بتاتے ہیں، دوست آئی دیوانہ کہتے ہیں، عالم فاضل کفر کے فتوؤں کا درد کھاتے ہیں۔ بھائی ہند، عزیز و اقارب سمجھاتے ہیں اور پھر یہ شعر پڑھ کر چہ ہو جاتے ہیں۔“

— وہ بھلاکس کی بات مانے ہیں

بھائی سید تو کچھ دیوانے ہیں

اثر و تاثیر:

سرسید اصلاحی رنگ میں اس طرح ڈوب کر لکھتے ہیں کہ ان کی تحریریں میں اتری چلی جاتی ہے۔ سرسید کی تحریریں اثر و تاثیر میں ڈبی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ بعض جگہوں پر جو شیئے انداز میں فقرے لکھتے چلے جاتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر احسن فاروقی:

”سرسید کی نظر ایک داعی تعمیر کی سلگ بیاد ہے۔ اردو نثر کا انہوں نے ایسا ماذل پیش کیا ہے جو ہمیشہ ایک اعلیٰ معیار کی طرح ہر نثر نگار کے سامنے رہے گا۔“

شادوں کی آراء:

بقول علامہ شیخ نعیمانی:

”اردو زبان سرسید کے احاتات سے کبھی سرفیں اٹھا سکتی۔“

بقول مولوی عبدالحق:

"یہ سرید کا نام ہے کہ اک مددی کے قلیل عرصے میں اردو کمپنی سے کہی بھی گئی۔"

بقول سر ہویڈر موریس:

"میرا ہمایاں ہے کہ میں ان سے زیادہ بڑے آدمی سے نہیں ملا۔"

بقول ڈاکٹر سید عبد اللہ:

"انہوں نے ادب میں ایک بیان، ایک ہدایت، ایک مقدمہ، ایک سنجیدگی، ایک خاص حرم کی موقوفیت پیدا کی، جس کے سبب اب ادب کو کوئی بے کاروں کا مشغلوں نہیں کہہ سکتا۔"

بقول ڈاکٹر حشمت اللہ:

"سریدی کا لینف ہے کہ آج اردو ادب اس مقام پر کمزرا ہے۔"

نتیجہ، فکر:

گزشتہ ذیہ سو برس کے عرصے میں تمام نشیب و فراز میں سرید کی حیثیت ایک روشن منارے کی حیے ہے، جس کی نیا پاشیوں سے آج بھی اردو ادب کے درودام روشن و منور ہیں۔ سرید صرف ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک عبد کا نام ہے۔ دستان سرید اردو کا وہ حسین باب ہے کہ جس کے بغیر اردو زبان و ادب کی تاریخ کمکل نہیں ہو سکتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس لہنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چن میں دیدہ و پیدا

خواجہ حسن نظامی

بہت منفرد جس نے انداز پائے
زبان کے چمن میں حسین گل کھلائے
وہی جس نے حکمت کے موئی لٹائے
وہی جس نے عمرت کے قسم سائے

محقق حالاتِ زندگی:

خواجہ حسن نظامی ولی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام علی حسن ہے۔ آپ حضرت بابا فرید الدین حنفی شکر کے حقیقی نواسے اور حضرت نظام الدین اولیاء کے جانچے اور منہ بولے بیٹھے۔ اس نسبت کی وجہ سے حسن نظامی کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہلے ناظرہ قرآن پڑھا پھر فارسی کی چند معمولی کتابیں، اس کے بعد صرف و نجوم پڑھی اور دینی علوم میں دسترس حاصل کی۔

خواجہ صاحب کی ولی زندگی کا آغاز تیرہ سال کی عمر میں ہوا جب کسی نے انھیں ہمدرد اخبار پڑھتے کو دیا، جس کو پڑھ کر مضمون گداری شروع کی۔ چنانچہ سب سے پہلا مضمون اندیسا کی نازک حالت اکے عنوان سے اندیگزٹ میں شائع ہوا۔ ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک

صاحب دل صوفی بھی تھے۔ روحانی معاملات میں اتنی ترقی کی کہ تین لاکھ مریدوں کے مرشد کا مل بنتے۔
بقول ڈاکٹر ابو نصر کشفی:

”اپنے بچپن میں خواجہ صاحب نے ملکہ و کوریہ کی تصویر دیکھ کر اہل والدہ سے کہا تھا ”اہل میری صورت کا نکمہ ہو اود۔“
ان کی والدہ تو ان کی صورت کا نکمہ نہ ہوا بلکہ مگر خواجہ صاحب نے اردو زبان اور ادب کی دلیلیں اپنا سکھ
ضرور چاہا جس کی قیمت کبھی نہیں کرے گی۔“

مشہور تصانیف:

- سیپاراہ دل
 - قبروں کے غبی فرشتے
 - اولاد کی شادی
- فلسفی کامنزب عاص
نیمات کے آنے
سفر نامہ، نصر، شام و حجاز

طرزِ تحریر کی خصوصیات

سادگی و روانی:

خواجہ صاحب کے طرزِ تحریر کی سب سے نمایاں خصوصیت صاف سادہ اور رواں زبان ہے۔ خواجہ صاحب عربی کے بھاری بھر کم اور فارسی کے اجنبی الفاظ کا سہارا لے کر اپنی علیت کا رعب نہیں جانتے بلکہ بہت سادگی اور بے ساختگی سے واقعات بیان کرتے چلتے جاتے ہیں۔
بقولِ رام بابو سکینہ:

”خواجہ صاحب کی تحریریں نہایت سادہ سلیمان اور دلکش ہوتی ہیں۔“

مثال:

”وہ بڑا لکھن وقت تھا جگل بیان، و صوب کی شدت، ایک میں ایک میری ناتوان آنکھوں سے محجن
ماں، چاروں طرف سناٹا اور دشمنوں کا ذرا، راستے کی بے خبری اور زخموں کی دلکھ سونے پر سہاگہ۔
والدہ نے کہا بیٹا چلو بہت کر کے آگے بڑھو۔“

سوزو گداز / المیہ انداز بیان:

خواجہ صاحب کی تحریروں میں بڑا سوزو گداز پایا جاتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے خون دل میں انکلیاں ڈبو کر لکھا

ہو۔

ایک جگہ خود قلمطراز ہیں کہ:

”میں زیادہ تر غم و درد کے مضامین میں اپنے دل کو قائل پاتا ہوں۔“

مثال:

”کبخت کو سنتے ہی اتنا غصہ آیا کہ آپ سے باہر ہو گیا اور بڑی بے طرسی کے بن باپ
کی دلخیاپی کے ایک تناقضہ مارا۔ بانو پللا گئی وہ کبھی پھول کی چھڑی سے نہیں تھی۔“
(از شہزادی کی پڑتا)

جدت طرازی:

خواجہ صاحب کی طرز تحریر کی مقبولیت میں ان کی جدت طرازی کا بڑا امتحان ہے۔ نصوصات کے موضوعات و عنوانات بہت لوگوں کے اور اچھے ہوتے ہیں۔ ایسٹ پولے کا وصال، پھر کاملاں جنگ، بیتلر کا جنازو، غیرہ۔ وہ موضوعات کے چنانچہ جدت پہندی کا دامن بھی اچھے سے نہیں پھوڑتے۔

بتول سید اعاز صین:

”خواجہ صاحب نے زیادہ تر اپنے مصنفوں پر قلم اٹھایا ہے جن پر ابھی تک شاید کسی نے کچھ نہ لکھا تھا۔“

مثلاً:

”یہ میاں گلاب کس مرض کی دوائیں، پیٹ میں درد ہو تو گفتہ کھلاو، ہیفہ ہو جائے تو گلاب پیلو اور مر جاؤ تو قبر پر چڑھاو۔“
(از گلاب تمہارا، لکھر جہارا)

فطری جذبات نگاری:

مصور فطرت خواجہ حسن نظامی نے انسانی جذبات و احساسات کی مکمل ترجیحات نگاری خون کے آنسوؤں کا مرقع نظر آتی ہے۔

بقول مولوی عبدالحق:

”خواجہ صاحب کی تحریر پڑھو کہ زبان کے مزے کے ساتھ دلی کیفیات اور جذبات کا لطف دیتی ہیں۔“

مثلاً:

”بابا میں آپ کی مگل بانو ہوں، دیکھو اکیلی ہوں مجھے بخار ہے۔ میری پسلیوں میں شدت کا درد ہو رہا ہے۔ مجھے سردی لگ رہی ہے۔ میری اماں مجھ سے پچھر گی۔ میں ایسٹ پر سر رکھ لیٹھی ہوں، میرے بدن میں سکنکر چھوڑ رہے ہیں۔ ببا اٹھوکب تک سو گے؟“

شوختی و ٹکنگی:

خواجہ صاحب انقلاب زمان کے درد مندر راوی ہیں، مگر انکی تحریروں میں شوختی اور ٹکنگی کا رنگ بھی نمایاں ہے۔
ڈاکٹر خلیل ائمہ کی رائے میں:

”خواجہ صاحب اپنی تحریروں میں شوختی اور ظرافت سے بھی کام لیتے ہیں جس سے ان کی عبارت اور اسلوب کی ٹکنگی بڑھ جاتی ہے۔“

مثلاً:

”یہ نئے فیشن والے مجھ کو زور سے ڈکار نہیں لینے دیتے کہتے ہیں کے ڈکار آئے تو ہونٹوں کو بھیج لو اور ناک کے نھتوں کے راستے اس چپ چاپ اٹادو، پا آواز ڈکار لیتا بد تیزی ہے۔“
(از پیاری ڈکار)

کھرام مشاہدہ:

خواجہ صاحب کا مشاہدہ بہت تیز ہے عام انسان جن چیزوں کو غور کے قابل نہیں سمجھتا وہ اس کا با غور مطالعہ کرتے ہیں اور کوئی نہ کوئی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔

مکالمہ

~~• All the following are examples of B~~

• *Leucostoma* *luteum* (L.) Pers. var. *luteum*
• *Lamprospilus* *luteus* (L.) Pers. var. *luteus*
(Lampr. 37)

مکمل

خواجہ صاحب مسئلہ اگری میں غصب کا کارل رکھتے ہیں۔ اندر کی توجیہ اگر کر لے گے اگری کے انتہا۔ میں غصب
خیر ٹک کرتے ہیں کہ تصور کا ہر گوشہ میں ہو جائے ہے۔

ایک کرنے میں ایک حصیں دشیرہ پھاوا کبل اوڑھے رات کے وقت ہائے ہائے کر رہی تھی۔ سرودی کا
مہینہ تھا، دھواں دار میں برس رہا تھا جسرا کے جھوکھوں کی بوچھڑاں جگد کوتز کر رہی تھی۔

انتصار پندی:

خواجہ صاحب کے طرز تحریر کی ایک خصوصیت اختصار پسندی ہے۔ وہ بہت زیادہ تفصیل پسند واقع نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی تحریروں میں ایجاد و اختصار کو جگہ دی۔

”سمنے کھیت تھے جس میں پکی ہوئی تیار کھیتی کھڑی تھی۔ ہم لوگ اس کے اندر چھپ گئے۔ خالموں نے خبر نہیں دیکھ لیا تھا یا آنکھانی طور پر گولی چلائی جو بھی ہوا ہو، ایک گولی کھیت میں گلی اور کھیت میں آگ بھڑک اٹھی اور تمام کھیت جلنے کا ہم لوگ نکل کر بھاگے مگر ہائے کیسی مصیبت تھی کہ بھاگنا بھی نہیں آتا تھا۔“

صلی لفظو:

بقول علامہ محمد اقبال:

”اگر میں خواجہ صاحب جیسی اردو لکھنے پر قادر ہو تا تو کبھی شاعری کو اٹھا دے خیال کا ذریعہ نہ ساختا۔“

الحضری کہ خواجہ حسن نظای ایک باکمال انسا، پرداز اور لازوال انسان نویس تھے۔ انکی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ خلائق کیں سخنے نہیں لگتے، زلاتے ہیں لیکن مردی یہ گونہ نہیں لگتے، تعلیم دیتے ہیں لیکن مدرس نہیں لگتے، مذہب کی بات کرتے ہیں لیکن متصحّب نہیں بنتے۔ انکی تحریروں میں خلوص و محبت کی جا شنی ہے۔ ان کا منفرد لقب والجہ اور فطری انداز تحریر کسی کو فنصیب نہ ہو سکا۔

بقول عبد الماجد آبادی:

”نواحی صاحب جیسا البتہ انشاء پر دار زندگی کوئی ان کے زمانے میں پیدا ہو سکا اور نہ آج تک ہوا ہے۔“

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

حروف آغاز:

”زمانہ کلی فی رائی کر لے اس علم کے پتکے کو بھر جو اپنی کر سکتا، جس کا قول رواج میں بھی دیکھیا جاتا۔“

(قول مددی آفی)

ذوی نذیر احمد کا شمار اور واب کے عاصم ترے میں کام جاتا ہے۔ آپ اور واب کے پتکے نال ۱۸۷۳ھ میں علم کے جانتے تھے۔ کہہ سے اور دو کو سوارنے اور سجائے میں الحسن لے بھل احوال اور سر سب کے شانہ بٹانہ حصہ لیا اور اپنی قلمی توہین اضافت معاشرہ کے لیے صاف کر دی۔

حالاتِ زندگی:

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی میں پیدا ہوئے۔ اہتمامی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر والد کا بیٹے پڑھ کر محلِ زندگی میں قدم ڈکھا۔ آپ سرکاری محکمہ میں ڈپٹی کلیکٹر تھے اسی حوالے سے آپ اوبی طاقتوں میں اپنی صاحبِ بالہی نام کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ انکے درجہ میں آپ کو عرشِ العلماء کا خطاہ دیا۔ ڈپٹی کلیکٹرِ مولوی نذیر احمد دہلوی ۱۹۱۲ء میں ایک کامیاب زندگی گزارنے کے بعد انتقال کر گئے۔

چند اہم تصانیف:

ڈپٹی نذیر احمد کے چند مشہور ناول اور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

- بہتانِ نفس
- مرادِ امر و سر
- نسائیِ جہالتا
- ابنِ الوقت
- توبۃ النصوح
- روایۃ صادقة

طریقِ تحریر کی خصوصیات

عوایزِ زبان:

نذیر احمد نے سیدھے سادے الفاظ اور آسان لمحے میں اپنی بات کو اپنے مخاطب کے ذہن میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تحریروں میں دہلی کی تکمیلی زبان رپی بھی ہے جو علمی بھی ہے اور عوایز بھی۔

بقولِ احسان فاروقی:

”نذیر فن برائے مقصد کے قائل تھے۔ وہ اپنی بات قاری تک رو روز مرہ کی عوایز زبان میں پہنچانے میں ملکہ رکھتے تھے۔“

مشائیں:

ماعظت میں عوایزِ زبان کا پیغام دیکھئے۔

”بس اب آپ خیر سے بدھاریے تم ایسے نمکِ حرام بے ایمان آدمی کا ہمارے گھر میں کچھ کام فہیں۔“

مقصدیت و اصلاحِ معاشرہ:

نذیر احمد بھی اپنے دور کے دوسرے ادیبوں کی طرح مقصدیت کے پیداوار تھے۔ یہ ایک ایسا دور تھا جس میں ہر ادیب قوم کی اصلاح کی خاطر کام کرتا تھا۔ نذیر احمد نے بھی اپنے قصوں سے دین داری، خدا پرستی اور اصلاحِ معاشرت کا کام لیا، وہ قصہ نویس سے زیادہ واعظ تھے۔

بقول احسن فاروقی:

”نذر احمد سرید کے دور کی ایک اہم اور ممتاز شخصیت ہے۔ انہوں نے
اصلاح معاشرت کو لئی تحریر و امتیازی اور محمد بن ابی

ثنا:

”اس بے ترقی بیگ کو روشناد کیجئے کہ بیر اول بھر آیا اور میں نے اپنے دل میں سوچا کہ
یا الٰہ اس وقت اسکی پکھمدانیں ہو سکتی۔“

(بیگی محمد رودی)

محاورات کا استعمال:

نذر احمد محاورات کا استعمال بھی بڑی سلیقہ مندی سے کرتے تھے۔ محاورات کے بر مکمل استعمال سے ان کی زبان میں حاشیہ پیدا ہو سکتی۔
بقول فرحت اللہ بیگ:

”ان کا یہ شوق کچھ حد سے بڑھا ہوا ہے کہ بعض اوقات وہ محاورات کا استعمال نہیں کرتے زرد سی خونتے ہیں۔“

ثنا:

امہات الامم آنحضرت ﷺ کی بھرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لتوات، حمایت اور حفاظت نہ ہوتی تو رسالت کا تینل ایک ہی مذہب میں چڑھنے والی نہ تھی۔ مگر صد افات کے بھروسے پر
غیر صاحب ﷺ تیرہ برس تک دشمنوں کے زخم میں چھاتی پر پڑے موئیک دلوایا، پیاس بک کے آخر
کو پائے ثبات جگہ سے اکٹھ گئے اور بھاگ کر مدینے پناولی۔“

حقیقت نگاری:

نبی صاحب نے اپنے ناولوں میں مسلمانوں کی حقیقی زندگی کی پی تصوری پیش کی۔ ان کے مضمون میں زندگی کی ایسا نظر کھینچا گیا ہے کہ
جیتے جا گئے کردار معلوم ہوتے ہیں۔

ثنا:

مرآۃ العروس میں لکھتے ہیں:

”اصغری نے محمودہ کی بات سے خوب کام نکلا، اول تو تمام مگر بلکہ تمام کئے اور محلے کا حال محمودہ سے پوچھ لیا۔
شروع شروع میں جوابات شرم و لحاظ کے سبب نہ کہہ سکتی محمودہ کے ذریعے سے کہا کرتی۔“

خطیبانہ لہجہ:

نذر احمد کی تحریریں ان کی مقصدیت کے تابع تھیں اسی جوش نے انہیں تحریر میں لا شعوری پر خطیبانہ اندراختیار کر دیا۔
ڈاکٹر سید عبد اللہ کہتے ہیں:

”تمدو تیز اور پر شور آہنگ ان کی خطابات کی یاد دلاتا ہے۔“

ثنا:

”دین خبر دیتا ہے کہ دنیا کے سوا ایک اور جہاں ہے۔ یہ ظاہر ہے وہ غائب۔ یہ قائم ہے وہ باقی۔ یہ مجاز ہے
وہ حقیقت۔ یہ امتحان ہے وہ نتیجہ۔ یہ سفر ہے وہ منزل مقصود۔ یہ خواب ہے وہ تجسس۔“

کرواری:

نذر احمد نے بھتی تحریروں میں جملوں، بہموتوں اور پرچوں کی بجائے انسانی کرواریوں کے ان کے کرواری یا تو فردو صفت ہوتے ہیں جائیں۔
شیطانی خوبیوں کے بالکل بھی بھی ہے کہ انہوں نے کہانی میں حقیقت کا رنگ بھرا۔
حکایا:

ان کے بعض نادلوں کے کرواری یہ ہیں:

- (الف) "توبۃ النصوح" میں نصوص اور حضرت بی
- (ب) "مر آہ العروس" میں اکبری اور اصغری
- (ج) "شاد بہتر" میں جتنا اور غیرت بیگم

جزئیات نگاری:

نذر احمد کو جزئیات نگاری پر ملکہ حاصل ہے۔ ان کا مشاہدہ و سعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اسی چیز کو بیان کرتے تو اس کی تفصیل میں مکھجاتے۔

بقول مہدی آقاری:

"اس شخص کی دسعت نظر تو یہ ملاحت رکھتی ہے کہ یہ اسلام کی قاموس لکھے۔"

حکایا:

"تو، بھی، پانی پینے کا کثورا، نہیں معلوم کرن و قتوں کی بکھری دو پتیلیاں، بس یہی اس گھر کی کل کائنات تھی۔"

شوخی و ظرافت:

نذر احمد ایک شگفتہ طبیعت آدمی تھے یہی شگفتہ ان کی تحریروں میں جا بجا نظر آتی ہے۔ لیکن بعد اعدال میں رہتی ہے۔ اولیٰ و دیکی خوش قسمتی ہے کہ نذر احمد نے اپنے نادلوں میں مزاحیہ کردار بھی شامل کئے ورنہ یہ کتابیں سراسر وعظیں بن کر رہ جاتیں۔

فرحت الشیگ کہتے ہیں:

"مولیٰ صاحب کی کوئی بات ایسا نہ تھی جس میں خوشی مذاقی کا پہلو نہ ہو، کوئی قصہ نہ تھا جس میں ظرافت کوٹ کوٹ کرنہ بھری ہو۔"

عربی اور فارسی الفاظ کا استعمال:

یوں تو نذر احمد کی زبان بہت زیادہ عام فہم، عوای اور سلیس ہے مگر ان کو جہاں کہیں بھی موقع ملا ہے انہوں نے عربی و فارسی الفاظ استعمال کئے ہیں۔

بقول مرزا فرحت اللہیگ:

"نذر صرف عربی اور فارسی الفاظ ہی نہیں استعمال کرتے بلکہ پہاڑ کھرے کر دیتے ہیں۔"

حکایا:

- (الف) یک نشد و دو شد
- (ب) قطب از جانی
- (ج) گوئم مشکل و گرن گوئم مشکل

مسلم معاشرت کی عکاسی:

نذر احمد کے نادلوں میں ہندستان کے مسلم گھر انوں کے نام و رانج اور معاشرت کی عکاسی کی گئی ہے۔ انہوں نے نادلوں میں مسلمانوں خاگلی زندگی، کام و طعام اور افکار و نظریات کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ ان کی تحریر زوال پر مسلم سماج کی اونچی پرستی کا جو رسم جو رسم ہے۔

”اسلامی معاشرے کی جو خوبصورت تصور نذر احمد نے کیا ہے وہ اسکی سمجھا ہے کہ آنکھوں کے سامنے خوش بھر جاتا ہے۔“

نادلوں کی رائے:

نادلوں نے پہلی نذر احمد کی تحریر دل پر اور ان کے کردار سے حاشر ہو کر ان کے بارے میں ایسا ایسا لایا کہ۔
قول ڈاکٹر سید عبد اللہ:

”سر سید نے جو کام تہذیب الاخلاق سے لیا، پہلی نذر احمد نے وہی کام اپنے نادلوں سے کیا۔“
ڈاکٹر سید عبد اللہ کا انتہی یہ ہے کہ:

”نذر احمد ہی اردو کا وہ انشا پرداز ہے جس کی باقی بڑی زور دار ہوتی ہے۔“

علی عباس حسینی لکھتے ہیں:

”نذر احمد کو عورتوں کے مکالموں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔“

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کہتے ہیں:

”نذر احمد کو بلاشبہ جدید اردو نادل کا پیش روز قرار دینا چاہیے۔“

حاصل گفتگو:

پہلی نذر احمد کی تحریر دل نے مسلمانوں کی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے نادلوں کو کوئی نادل نہیں مانتا تو شامے مگر نادل نہیں کی تاریخ ان کو خراج تحسین پیش کئے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ان کی تحریر میں آج تھی اپنی قدر و منزلت رکھتی ہے۔

قول شاعر:

ہزاروں سال زگس لہنابے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جمن میں ویدہ و پیدا

۔

DADA OFFICIAL

تمہید:

جھلار جہہ آزاد کا کس لے پایا؟
 تھیل کا جو بادشاہ سکھدا یا
 وہی جس لے لفظوں کا جادو جگایا
 وہی جس لے اردو کو دلہن بنتایا

مولانا محمد حسین آزاد ایک ادیب ہی نہیں اردو ادب کا ایک پورا دور ہیں۔ آزاد ایک صاحب طرز انشاء پرداز اور عناصر فرم میں سب سے منفرد ہیں۔ آپ سریکی اصلاحی تحریک سے بہت متاثر ہتھے۔ آپ نے اردو ادب میں تمثیل نگاری کے فن کو متعارف کرایا۔ اسی لیے آپ کو تمثیل نگاری کا بانی کہا جاتا ہے۔

حیات آزاد پر ایک نظر:

محمد حسین آزاد دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی محمد باقر عالم فاضل اور بر صیری میں اردو صحافت کے بانی اور علم دوست انسان تھے، جنہیں حق گوئی کی وجہ سے باغی قرار دے کر سولی پر انکار دیا گیا۔ خود آپ کی جان بھی غطرے میں تھی اس تاد کا دیوان بغل میں دباؤ کرو بیلی چھوڑ کر لاہور آگئے۔ یہاں آزاد نے حیات نوع کا آغاز کیا اور قلم سے کاغذ کے سادہ ٹکڑوں کو حیات دوام بخشنے لگے۔ ۱۹۱۳ء میں یہ ستارہ لاہور کی خاک میں بیٹھ کے لئے چھپ گیا۔

مشہور تصانیف:

- آپ حیات
- دربار اکبری

- نیر گیک خیال
- قصص الہند

طرز آزاد کے خاص رنگ

ایک صاحب طرز انشاء پرداز:

آقائے اردو محمد حسین آزاد ایک صاحب طرز انشاء پرداز ہیں۔ ان کا انداز تجرباتی نہیں بلکہ تخلیک ہے۔ ان کی تحریروں میں تھیل کا بادل چھایا ہوا ہے۔ اسی وصف نے ان کے اسلوب کو ایک منفرد مقام بخشنما اور انہیں لاثانی انشاء پرداز بنا دیا۔

بقول ڈاکٹر ابواللیث صدیقی:

”اگر انشاء پردازی سے مرادر ٹکٹیں بیانی، زور ادا، تھیل کی پرواہ اور نثر میں شاعری ہو تو بلاشبہ آزاد اردو کے بہت عالیے انشاء پرداز ہیں۔“

مثلاً:

”غفلت نے جب آنکھ کھولی اور ہمت نے اپنے قدم پیچھے ہٹالیے تو حوصلہ مندی نے جمائی لی۔“

شاعرانہ اندازِ نثر:

آزاد نے نثر میں شاعری کی اور لفظوں کا جادو جگایا۔ حسن بیان اور خیال آفرینی نے ان کی نثر میں شعر کی سی لطافت پیدا کر دی۔

بقول ڈاکٹر اسلم فرخی:

”آزاد کا اسلوب شعریت میں دو بار ہوا ہے وہ عموماً ایسے الفاظ کا استحباب کرتے ہیں جو تحریر سے زیادہ تکمیل کے لئے مورود ہوتے ہیں۔“

مثال:

”اگر اردو بھاشا میں استعارہ و تجیہ کارنگ کا آتا آتا، جتنا پھرے پر اپن کارنگ یا آنکھوں میں سرمہ تو خوشناہ اور پیٹائی دونوں کو مفید تھا۔“

قدرتِ زبان اور ذخیرہ الفاظ:

آزاد کو زبان و بیان پے جو قدرت حاصل ہے اس میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ وہ الفاظ کو صحیح اور بر مل استعمال کرنے کا ہر جانتے ہیں۔ یہ ہر آپ کی نثر کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

بقول ڈاکٹر ابواللیث صدیقی:

”جو انشا پر داہی کی قوت، زبان پر قدرت اور الفاظ کا و سبق ذخیرہ ان کے پاس تھا وہ کم لوگوں کو نصیب ہوا ہو گا۔“

مثال:

”اے نیک ذاتی کے خوبیوں اور محبویوں کے زیور سے آرائی دیکھ کر سب نے صدقِ دل سے تربیت کی، عزتِ دوام کا تاجِ مر صبح سر پر کھا کیا اور حکم ہوا کہ جاؤ اولاد آدم میں اپنا نور پھیلاو۔“

خودکلامی:

شکپیر کی طرح آزاد بھی صور تحال کا تاثر تیز کرنے کے لئے خودکلامی کا سہارا لیتے ہیں آزاد اکثر خود کو ضمیر تکمیل کی جگہ فرض کر لیتے جس سے بڑی و پچی پیدا ہو جاتی ہے۔

مثال:

”ایک زمانہ تھا کی آزاد کو سب کچھ یاد تھا افسوس کہ نہ وہ رہے نہ بیاض رہی۔“

تمثیل نگاری:

آزاد کی تحریر کی ایک بڑی خوبی تمثیل نگاری بھی ہے۔ یعنی وہ کسی حالت یا چیز کو انسانوں کی طرح جسم قرار دے کر اس کی صفات و حرکات بیان کرتے ہیں۔

بقول الاطاف حسین حالی:

”نیر ہمگی خیالِ تمثیل نگاری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اس دور میں ہی نہیں بلکہ آنے والے دور میں بھی اس کی پیداواری کی جائے گی۔“

طزو و نظرافت:

آزاد کی تحریروں کا خاص و صفت شوختی و نظرافت، طزو و نژاح کا عنصر ہے۔ انہوں نے تحقیق و تقدیم کے میدان میں بھی نظرافت کے پھول کھلانے ان کے طرز میں نظریت کی چیز نہیں جبکہ شوختی و نظرافت نے ان کی زبان میں ریگنی اور بیان میں جادو کا اثر پیدا کر دیا ہے۔

بقول ڈاکٹر محی الدین زور:

”آزاد خوش گوئی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور یہ خوش گوئی ان کی تحریروں میں قوس و فراہ کے رنگ بھر دیتا ہے۔“

مثال:

”یہ دونوں زبانیں ایک زبان سے لئی ہو گی جس طرح ایک اس باب کی دو یہیں جد اہو گئی ہو۔“

مرقع نگاری / منظر نگاری:
تصویر کو چلتے پھرتے دیکھانا اور تخلیات کو تقریر کے ذہب میں لانے میں آزاد کو کمال حاصل ہے۔ ان کی منظر نگاری قاری کو ایک تخلیاتی دنیا میں سمجھ لاتی ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ آزاد کی مرقع نگاری کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:
”آزاد بھائی مرقع نگار اردو کے اولین آدمی ہیں اور مستعار ترین بھی۔“

مثال:
”اندھیری رات میں سنان جگل سائیں سائیں کرتا تھا اور گھوڑے سے لے کر اونٹ تک سانس نہ لیتا تھا۔“

تشیہات و استعارات:
آزاد جگہ جگہ نادر استعارات اور لطیف تشبیہات کا استعمال اپنی تحریروں میں کرتے ہیں جو تحریر کے حسن کو دو بالا کرو دیتا ہے۔

بقول ڈاکٹر اعجاز حسین:
”جیسا جیسا تشبیہ اور استعارے کی گل کاری عبارت میں حسن پیدا کر دیتا ہے
کہ پڑھتے چلے جائیے طبیعت سیر ہی نہیں ہوتی۔“

مثال:
”قدرت دانی نے ان کے کلام کو جواہر اور موتویوں کی نگاہوں سے دیکھا، اقبال مندوں کو دربار میں اشام پر وازی بھی امیدوار آئی۔“

جزئیات نگاری:
جزئیات نگاری میں آزاد کو ملکہ حاصل ہے وہ کسی واقعہ کا نقشہ سمجھتے وقت اس کی جزئیات اور تفصیلات میں کھوجاتے ہیں۔ جس سے واقعہ کا پورا نقشہ قاری کی نظروں میں گھونسے گلتا ہے۔

مثال:
”عالم سفلی میں دروغ دیو زاد ایک سخنہ تابکار تھا کہ حضرت تیرہ اس کا باپ تھا اور ہو سی ہوا پرست اس کی ماں تھی۔“
(جج اور جھوٹ کا رزم نام)

حروف آخر:

آزاد اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ ایک ایسے چراغ کی مانند تھے جس کی روشنی کی کوئی ایک ست نہیں ہوتی۔ آزاد کی ہر کتاب ایک عظیم الشان تاریخی عمارت بلکہ اردو کا تاج محل ہے۔ آپ کا طرزِ ادب اپنے ہے کہ اس کی نقل کرنا بھی محال ہے۔

آپ کی وفات پر الطاف حسین حالی کہتے ہیں کہ

تاریخ و قات اسکی جو پوچھتے کوئی حالی

کہہ دو کہ ہو اخاتر اردو کے ادب کا

احمد شاہ پٹرس بخاری

حروف تقارف:

پٹرس بخاری اور حراج نگاری کے دنیا میں ایک بلند اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ پٹرس نے حراج نگاری میں ایک جا اسلوب باش کر کے حراج نگاری کے میدان میں ایک بنے محکم ٹکڑے کی بنیاد رکھی۔ پٹرس نے بہت کم لکھا ہے اور اگلی شہرت کا انعام اچھا چند ایک مضمون ہے جو مضمون پٹرس کے تام سے جاتے ہیں۔

بقول آل احمد سرور:

”پٹرس نے بہت کم مضمون کئے مگر پھر بھی وہ چوپلی کے حراج ہمدردی میں سے ہیں۔“

مشہور مضمون:

- ہائل میں پڑھنا
- اردو کی آخری کتاب
- میبل اور میں
- لاہور کا جغرافیہ
- مرحوم کی یاد میں
- میں ایک میاں ہوں
- سورے جو کل آنکھ میری کھلی
- سینا کا شوق

طرزِ نگارش کی خصوصیات

سادگی و روانی:

پٹرس کے مضمون سادگی اور سلاست کی جان ہیں۔ وہ لفظی ہیر پھیر سے کام نہیں لیتے مگر پھر بھی اتفاقات بیان اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قارئین سے بے تکلف باتیں کر رہے ہوں۔

خلا:

”مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ میں پرچے میں کیا لکھ کے آیا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ ممتحن لوگ اگر نئے کی حالت میں پرچے نہ دیکھیں تو میرا پاس ہونا تھا ممکن ہے۔“

(ہائل میں پڑھنا)

واقعہ نگاری:

واقعہ نگاری پٹرس کے مزاج کی نمایاں خصوصیت ہے ایک فقاد کے بقول وہ واقعے کا تاریخ پوچھ ایسے فطري انداز میں بتتے ہیں اور واقعے کے تائج اتنے غیر متوقع دکھاتے ہیں کہ قاری کے لئے ہنسی ضبط کرنا محال ہو جاتا ہے۔

خلا:

”وس قدم بھی چلنے نہ پایا تھا کہ اب کی بارہ بیتل یک لخت نیچے ہو گیا اور میرا تمام جسم آگے کو جھک گیا۔ تمام بوجہ دونوں ہاتھوں پر تھا جو بیتل پر رکھے تھے آپ میری حالت تصور میں لا کیتے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ میں دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی عورت آٹا گوندھ رہی ہے۔“

(مرحوم کی یاد میں)

منظر کشی:

لنقوں سے منظر کشی کرنے میں پترس کو کمال حاصل ہے وہ ایسے الفاظ منتخب کرتے اور جملوں کو اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے منظر کی ہو بہو تصور ممکن جاتی ہے۔

مثال:

”شام کے وقت میل کچھ پھول لیکر آئی۔ خیریت پوچھی، دواہائی، ماٹھے پر ہاتھ رکھا، میرے آنسو پ پ کرنے لگے۔“
(میل اور میں)

شوخی بیان:

مزاح پترس کی فطرت میں شامل تھا۔ انہوں نے زندگی کا مشاہدہ مزاح کی بینک سے کیا، ان کی تحریروں میں ٹھوکی زہ ناکی نہیں اور رسم خود کارنگ۔

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

”پترس نے اردو ادب کو لازوالِ تبسم عطا کیا جو ہمیشہ اسکے لیوں کھلتا رہے گا۔“

مثال:

”ارٹنے میں ہال میں سنا ٹا چھا گیا۔ سب لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سہارے کے لیے میز کو کچڑا لیا، میرا دوسرا ہاتھ بھی کانپ رہا تھا تو وہ بھی میں نے میز پر رکھ دیا، اس وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میز بھاگنے کو ہے اور میں میز کو تھامے کھرا ہوں۔“
(مریدوں کا چیز)

مغربی مزاح کے اثرات:

پترس کے اسلوب اور مزاح نگاری پر انگریزی ادب کے اثرات بہت نمایاں ہیں وہ اپنی تحریروں میں مزاح پیدا کرنے کے لئے تمام حریبوں سے کام لیتے تھے جو مغربی مزاح نگاری کا خاصہ ہیں۔

بقول آلی احمد سروہ:

”مغرب کا اثر پترس کے ہاں ایک ایسا عالمگیر رنگ میں ظاہر ہوا ہے جو ذرا بھی گراں نہیں گزرتا۔“

فکارانہ مصوری:

پترس اپنی تحریروں میں مصوری کا جادوجگاتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود تماثلہ بھی ہیں اور تماثلائی بھی۔

مثال:

”ابھی کل ہی کی بات ہے کہ رات کے گیارہ بجے ایک کتے کی طبیعت گد گدائی تو سامنے سڑک پر مصروف کہہ دیا ایک آدھ منٹ بعد سامنے پنکھے میں ایک کتے نے مطلع عرض کر دیا اب توجہ ایک کہہ مشت اسٹاد کو غصہ آیا تو حلوائی کے چولے سے باہر لکھا اور جھانا کر ایک پوری غزل مقطوعہ کت کہہ ڈال۔“

مبالغہ آرائی:

پترس مزاح پیدا کرنے کے لئے مبالغے سے بھی کام لیتے ہیں جن سے ان کی تحریروں میں شوخفی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔

”اوہم برہم پوری نے جگانہ شروع کیا میں کیا سرے آباد احمد اوکی رومن اور قسمت فوایہ دھاں اٹھی ہو گی۔“

تحریک لگاری:

پطرس کی تحریف لگاری کے ان میں کمال حاصل تھا، تحریف لگاری اس کو کہتے ہیں کہ اسی تصنیف کی انقل کی جائیدگی اگلی تصنیف
ویسا رہے لیکن اقتضائے بدلتے سے ترقی بدل جائیں۔

” غالب نے عرض کیا تھا:

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غیری بالا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

پطرس کی تحریف کے بعد:

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سکرہ بیری بالا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ذات کو ہدف برنا:

پطرس نے تریاد و تحریروں میں کسی اور کوئی نہیں بنایا، وہ اپنے آپ کو طنز و مزاح کا نشانہ بناتے ہیں، مسلکی، اخلاقی، مثالی
عشق میں پڑھنے میں ایک میال بھوپول اور میبل اور میں ہیں۔

”سپرینڈرٹ صاحب جو کسی زمانے میں ہمارے ہم جماعت رہ چکے تھے کو لکھ بھیجا کہ جب ہائل میں اسکی فلاں فلاں
مراعات کو توقع رکھیں گے۔“

حاصلِ مطابق:

احمد شاہ پطرس بخاری کی مختصر کتاب مضماین پطرس قامت میں توکم ہے مگر ایک انمول رتن ہے جسکی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی اور
اگر کسی اور بخوبیر شاہ میں بھی گیا تو کہاں سے اتنی بخاری قیمت عطا کرے گا۔ الغرض پطرس نے مزاح لگاری کو ایک نئے اسلوب سے روشن کیا
کہیں ہو رہے تاریخ میں امر کر دیا۔

بقول شوکت تھانوی:

”اگر ایک پڑے میں اردو ادب کا سارا مزاجیہ ادب (اکبر کی شاعری کو چھوڑ کر) اور دوسرے میں
مضاین پطرس کو رکھ دیا جائے تو پطرس والا پڑا بھاری ہو گا۔“

علامہ شبی نعمنی

محے کر کے اتنا بڑا کام شبی
بے قوم کے حق میں انعام شبی
حقیقت، صداقت، فصاحت، بلافت
ملیں سب تو بھی ہے اک نام شبی

حالاتِ زندگی:

علامہ شبی نعمنی ۱۸۵۷ء میں اعظم گزہ یو۔ پی۔ میں پیدا ہوئے۔ آپ سرید کی اصلاحی تحریک سے بہت متاثر ہے۔ ان ہی کی فرمائش پر آپ نے لاعداد اصلاحی، تحقیقی اور تاریخی مضامین تحریر کئے۔ بطور اسٹاد آپ نے کافی عرصے تک علی گزہ کالج میں خدمات انجام دیں۔ آپ نے لکھنؤ میں مدرسہ ندوۃ العلماء اور اعظم گزہ میں ادارہ دار المصطفین قائم کیا۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں سیرت النبی ﷺ کھنکھ لکھنے کا آغاز کیا لیکن زندگی نے مہلت نہ دی۔ ابھی آپ دوسری جلد تحریر کر رہے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے اس نامکمل کام کو آپ کے ہونہار شاگرد سید سلیمان ندوی نے پایہ پختگی تک پہنچایا۔ آپ کا شمار اردو ادب کے عناصر خصہ میں کیا جاتا ہے۔
آپ کے اسٹاد مولوی فاروق احمد آپ کی ذہانت دیکھ کر کاکرتے تھے:
"میں شیر ہوں اور یہ شبی یعنی شیر کا بچہ"

چند اہم تصانیف:

- سیرت النبی ﷺ
- موائزہ ائمہ و محدثین
- الفزانی
- دیوان شبی
- شعر اعمم
- مقالات شبی
- المامون
- الفاروق
- سیرت عائشہ

طریق تحریر کی خصوصیات

جو شی بیان:

شبی کی تحریریں بظاہر تو بہکنی پھیلنے معلوم ہوتی ہیں لیکن ان میں جوش بیان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ اگر تحریروں کو پڑھ کر جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور قاری میں کچھ کر گزرنے کی سوچ پیدا ہوتی ہے۔

مثلاً: "سیرت النبی ﷺ" میں آنحضرت کی ولادت کے موقع پر انہوں نے جوانہ از تحریر اختیار کیا، اس میں نہ صرف شبی کا جوش اور

ولوں نظر آتا ہے بلکہ قاری کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو جاتی ہے۔

مقصدیت:

شبل نعمانی سرید کے مکتبہ ملکہ الٰہ سنت احوال رکھتے تھے۔ بیکاری میں ہے کہ ان کی عمر ۱۶ سال تھی اور ان کی والدہ ملکہ الٰہ سنت احوال ۲۵ سال تھی۔ نسب ایمن ہو ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ اور تحریر کو جعلہ لوگوں کے ساتھ اس احوال سنت میں کام جائے کہ ان سے دل خدا چھپا گئی تھی۔ متعلق احساس خوبید اور وہ اپنے شبل کو باہر بنا لے کی طرف ہے اسی پر اسی۔

عقلیت پسندی:

سرید کی صحبت نے شبل میں عقلیت پسندی کے رجحانات کو کبڑا کام جانے لگا۔ بیکاری میں ہے کہ شبل عمر ۱۷ یا ۱۸ کا تھا اور طلبہ تھیں لاس تھے اس کے قاری ان کے نقطہ نظر کو تسلیم کرتے ہوئے کسی بیکاری پر مالی جانتا ہے۔

بقول داکٹر عبدالحسین:

”شبل نے منطقی فکر کو شاعرانہ تخلی میں سو کر ایسا دل اس اسوب ایجاد کیا ہے اسے ان کی تحریر کی اور کوہہ وہ منع کر دے۔“

ایجاز و اختصار:

شبل اختصار پسند ہیں وہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کا فن جانتے ہیں۔ اسکے پہلوں پہلوں اور جنکر جنکر میں بالائیں فان بالیں ہائیں ہے اور ایک جہاں معنی پوشیدہ ہوتا ہے۔

خال:

”ساتوں صدی کا ہن اپنے بلباو زمزموں سے کوئی رہتا تھا“

شاعرانہ رنگ:

شبل نظری طور پر ایک شاعر تھے۔ قدرت نے انھیں شاعروں کا دل اور یونانی فلاسفیوں کا دماغ مطابیقاً تھا۔ انہوں نے تسلیم کا اس سے کتنی غزلیں بھی لکھیں۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ کے بقول:

”ان کی اکثر کتابوں کا آثاری شعروں سے ہوتا ہے۔ وہ تشییبات و استعارات سے نیز کو رکھیں جاتے ہیں۔“

خال:

”اس زمانے میں شاعر کی باوس مر سرنے امن و امان کا شیر ادا اتھر کر دیا تھا۔ ترک ہجاع تھے، ہجاع تھا تو گئے۔ ایرانی تہذیب میں متاز تر ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی فوج دو دو سپاہیوں کی قفار میں مارچ کر رہی ہو۔“

محاورات کا استعمال:

شبل محاوروں کے استعمال میں ملکہ رکھتے ہیں۔ لپٹی نذر کی طرح وہ محاورات کو عمارت کا میب نہیں ہٹھے دیتے۔ بر جمل محاورات کے استعمال سے ان کے تحریر و میں ادبی چاشنی آئی ہے۔

بقول یہود عبد اللہ:

”ان کے محاورات لپٹی نذر کی طرح نہیں آتے کہ ایک ہی سلمے میں پڑھنے والے کے دات کے کھر کردیں یہاں تو اس قدر بامزہ ہوتے ہیں کہ زہان میٹھی رہتی ہے۔“

طنزیہ اندرا:

علامہ شبیل کی قصیر کو ایک طبیب قلم کا لفظ بہت زیاد پڑا اس بنا پر تھا میں بھی ایک دن قدم اور شانگھائی ہوتی ہے۔ ان کے لفظ
اصل لفاظ و این سنتھے یا کام امر ادا اور ایسے کامیوں کا دفعہ اور ٹھین منصب اور جیسا ہے۔
مثال:

”اگر وہاں کی ہمیں وہ طب نہ فرمیوں کی تحریست تیار کی جائے تو اس میں یورپ اور مورخین یورپ کی ناطق فرمیوں
کو سب سے اپنے درجے پر دکھان پڑے گا۔“

دل، مستند اور مستقام اندرا:

شبیل کا اسلوب محققانہ ہے۔ وہ روایت کو تحقیق کی کوئی پر پر کھٹتے ہیں۔ تحقیق ہو یا وہ اپنی تکاری، مذہبی مباحثہ ہو یا تدریجی نویسی، کسی
چند تحقیق سے دستبردار نہیں ہوتے۔
ایک نقاد کے بقول:

”واعلامات کی پہمان ہیں اور تاریخی دوادی کی تحقیق و تماش چہ ماں فلسفیانہ ہیں ان کی نظرت میں روح بیس گیا ہے
جو ان کے اسلوب میں اپنے کریں کریں دکھاتا نظر آتا ہے۔“

مثال:

سیرت ابنی سے متعلق شبیل انہمار نیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”اب یہ روپیہ نہیں میری جان کا معاملہ ہے۔ ہر حالت میں میں کام جاری رکھوں گا اور اگر مر رہ گیا اور ایک آنکھ بھی سلامت رہی
تو انشاء اللہ دیا کو اسی کتاب دے جاؤں گا جسکی موقع کئی سورسوں تک نہیں ہو سکتی۔“

قلفتہ نگاری:

شبیل کا اسلوب خوبصورت اور ابھیائی تھافتہ ہے۔ اگرچہ شبیل تخلیقات کو حسن خوبصورتی عطا کرنے کیلئے تشبیہات و استعارات اور علمی
اصطلاحات کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں لیکن وہ تحریر کی قلفتہ کو کسی طرح محروم نہیں ہونے دیتے۔ انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ نہ صور
علمی حقائق کو بھی قلفتہ ادبی زبان میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

جامعیت:

شبیل کی تحریریں جامعیت کی عمدہ مثال ہیں۔ ان کو الفاظ کے بر محل اور بر موقع استعمال پر ایسی قدرت حاصل ہے کہ ان کی تحریر سے
کوئی لفظ نکال کر دوسرا نہیں لگایا جاسکتا۔ ان کی تحریر میں الفاظ کا انتخاب اور ان کا استعمال جو ہری کے گھنیوں کی طرح ہے۔ وہ الفاظ کے مولیٰ پنچے
اور مولیٰ ہی پر ووتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں عقلیت اور جامعیت کے اعلیٰ منصب پر فائز نظر آتی ہیں۔

نقدوں کی رائے:

ڈاکٹر خورشید الاسلام کے بقول:

”شبیل کے قلم میں وہ زور ہے جو آبشاروں میں پایا جاتا ہے۔“

ڈاکٹر عبدالحسین کے بقول:

”شبیل شاعرانہ ول اور فلسفیانہ رماغ لے کر پیدا ہوئے۔“

دوفت حسینہ حالی کے بقول:

"کاش مجھے الفدائی کی میلادت مجھے چند خترے کو رضاہب بخواہیں۔"

بر پرندہ احمد حنفی کے قول:

"لئی ساف دشت اور چند میلادت یہی گردی مالاں کو مجھی رنگ آہنگ گز۔"

مہمی ہدایتی کے قول:

"وہ پہلا ہونا ہی بے عو مسلمانوں میں پیور احوال"

حوفی آخر:

علامہ شمسی نے فرمودا صحوت تھوڑے آئی احوالوں سے زیادہ کام کیا۔ انہیں "جامع الحکوم" کا قاب نہیں دیا جائے۔ ان کی اضافت بعوان کے حراج اور ان کی تحریر کی رہا کر گئی کو تھا اپنے قسمی، ہر دن دال، سیرت نگار اور سلامات و سلامگی جسکی شکر کا بیویں جس دوستی شکل پر،
پالمہ میں جملی تحریریں اردا گا و قاب۔

مولانا الطاف حسین حالی (بھیثیت نظرگار)

حرف تعارف:

شرافت، مردت، بہت گا پکی
کہ قصیں خوبیاں جس کی اک اک سے بڑھ کر
سوچ کا ادب کا سکھ ایسے مقدر
ملا اس کو حالی کی صورت میں رہبر

الطاف حسین حالی ایک جامع کمالات شخصیت کے مالک تھے۔ وہ شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی، ادیب بھی تھی اور انشاء پرداز بھی۔
سوائغ زگار بھی تھے اور نقاد بھی۔

حالاتِ زندگی:

پانی پت کے ایک علمی گھر انے میں پیدا ہونے والے حالی نے پریشانیوں کے باوجود تعلیم کا دامن نہ چھوڑا۔ غالباً جیسے سخن طراز اور
شیفتہ جیسے سخن شناس اہل ادب کی صحبتیوں نے انکی صلاحیتوں کو خوب چکایا۔ پھر لاہور آئے اور ایک سرکاری بکڈ پوسٹ میں ملازم ہو گئے کچھ
عرصے بعد یہ ملازمت چھوڑ کر جب وہ دوبارہ دہلی پہنچے تو ان کی ملاقات سرید احمد خان سے ہوئی۔ وہ سرید کی تحریک سے اتنے متاثر ہوئے کہ اسی
کے ہو کر رہ گئے۔ یہ تحریک ان کا اوڑھنا پچھونا بن گئی اور ان کی ساری صلاحیتیں اسلام، ادب اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف ہو گئیں۔

بقول مولوی عبدالحق:

”انیسویں صدی میں کسی شخص نے ہماری زبان پر اتنے گراں قدر احسانات نہیں کئے جتنے حالے نے“

چند اہم تصانیف

- مقدمہ شعر و شاعری
- حیات سعدی
- مقالات حالی
- کلیات حالی (نغم)
- یاد گارِ غالباً
- مجالس النسا (ناول)
- سعدی مدد و جزر اسلام
- حیات جاوید
- کلیات حالی (نشر)

طریق تحریر کی خصوصیات

تفقید نگاری:

مولانا حالی کی تقدیدی کتاب کا نام ”مقدمہ شعر و شاعری“ ہے اور اس کتاب کو ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اردو کی اولین بآصول تقدیدی
کتاب قرار دیا ہے۔ اس کتاب میں تقدید کے وہ اصول بیان کئے گئے ہیں جن کی اہمیت آج کے جدید دور میں بھی تسلیم کی جاتی ہے۔
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کہتے ہیں:

”مقدمہ شعر و شاعری کو اردو شعر و ادب کی تقدید میں وہی مقام حاصل ہے جو مغربی تقدید کی
تاریخ میں ارسطو کی ”بوطیقا“ کو حاصل تھا۔“

فلاکر حسین بہزادی کہتے ہیں:

”وہ ہماری شاعری کے موجود اور تحقیق کے بخوبی تھے۔“

سوائج لگاری:

اور وادیب میں باقاعدہ سوائج لگاری کی ابتداء حالتی تھے کیا۔ ابتداء کرنے کے پڑنے والوں نے اس صرف ”اب کے بخوبی تھے۔“ کیے۔ آپ نے ان شخصیات کا انتساب کیا جو علم و ادب میں اپنی مثال آپ تھیں۔ ان کی تصنیف حیات ہالوہ ایک مخلص ہو رہا جس کتاب ہے۔
علامہ شبی نویانی کہتے ہیں:

”یہ ایک دلپپ، محققانہ اور بے خل سوائج عمری ہے۔“

بد عالگاری:

حالی کی تحریروں میں مہاذ آرائی کارنگ نہیں ہوتا۔ انہوں نے جس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اس کے مطابق کمرنگ آئیزی کے ساتھ چڑھ کیا ہے۔ وہ بڑے سچ، دیانت دار مدعاںگار تھے۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

”حالی کو اپنے زمانے کا سب سے بڑا مدعاںگار کہا جاتا ہے۔“

سادگی و سلاست:

سریسید کی طرح حالی کی تحریروں میں آمد کا دریا مٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ حالی نے اپنی شتر میں سلاست و فناخت کے دریا بہادر یہے۔
اس کے بہادر میں سبک رفتار ندی کا سا انداز پیدا ہو جاتا ہے جو قاری کو اپنے ساتھ بہائے لے جاتا ہے۔

عبد حسین کے بقول:

”بیان کی سادگی اور صفائی، زبان کی سلاست، زمی اور دھیما پن اور گاؤٹ حالی کا حصہ ہے۔“

خلوص اور سچائی:

خلوص اور سچائی کا جو ہر حالی کی زندگی، انکی شتر اور انکی شاعری میں ہر جگہ جھلتا ہے۔ حالی نے خلوص و سچائی کی وہ کیفیت پیدا کر دی ہے کہ ”پات دل سے نکلتی ہے اور دل میں جانیشیت ہے۔“ وہ خیال کو حقیقت کی زبان میں ادا کرتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر وحید قریشی:

”حالی کی تحریر میں تکلف نہیں اس کی جگہ خلوص و سچائی ہے۔“

اللہ گانی شعر ان کی شیر بھی پورا اترتا ہے۔

اے شعر دلفری بندہ ہو ٹو، تو غم نہیں
پر تجھ پر حیف ہے جونہ ہو دل مگدا ٹو

ہستدال:

سریسید کی طرح حالی ایک مصلح کی حیثیت سے اس خوبی کے حامل ہیں کہ وہ اپنی بات کو قاری سے دلیل کی روشنی میں منو اپنچا جائے ہیں۔
گر تحقیقت صدقی میں۔

بقول ڈاکٹر عبد اللہ کہتے ہیں:

"حالی کی استدالیت اور عقیلیت مشترک رنگ کی حیثیت سے موجود ہے۔ مطلقاً اللہ از جملہ الالہ گی تحریروں میں ایک مخصوص قتل القیار کرتا ہے۔"

انگریزی الفاظ کا استعمال:

سرید کہتے ہیں:

"دوسری زبان کے الفاظ کو اپنی زبان میں بولنا کبھی ہمارت کا لطف بحالے گیلے تو نہیں،
کسی اپنی زبان کو دست دینے کے لیے۔"

حالی سرید کے اس موقف کے زبردست حاوی تھے۔ حالی نے اپنی نثر میں ہندی کے عادہ انگریزی الفاظ کی بھی ہونے کا کاری کی تھا۔

فونڈر تحریر:

ضمون اسلام میں گداگری کی نہ مدت میں تحریر کرتے ہیں:

(الف) اگر کوئی فلاسفہ یا اکاؤنٹس اس مطلب کو بیان کرتا۔

(ب) حدیث کے الفاظ جستر حذف کردہ بالاسوچ اور موڑل خراہیوں کو شامل ہیں۔

حقیقت نگاری:

حالی نے حقیقت کا دامن ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑا۔ جھوٹ، مبالغہ یا غلط بیانی سے اپنے قلم کو کبھی آواہ نہیں کیا۔ مقصد یہ تھا اور توازن نے ان کی تحریر کو داغ دار ہونے سے بیسہ بچایا۔ اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ وہ سرید سے بہت متاثر تھے مگر حقیقت ٹھاری گرتے ہوئے وہ ان سے بھی اختلاف کر لیتے تھے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"سرید کی طبیعت ڈپاک تھی لیکن آمرانہ۔"

مقالہ نگاری:

حالی کے مقالات کو موضوع کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کا پہلا اور بنیادی مقصد سرید اور ان کے مقصد کی تخلیق اور جدید نظریے کی ترجیحی ہے، جس میں مسلمانوں کے بیانی، سماجی، صفتی اور تعلیمی شعور کو بیدار کرنا اور نئی تعلیم کو فروغ دینا شامل ہے، جبکہ مقالات کا دوسرا حصہ تبصروں، خطابات، کانفرنس اور جلسوں کے پیچروں پر مشتمل ہے۔

آل احمد سرور فرماتے ہیں:

"حالی نے کام کی زبان میں کام کی باتیں بتائیں۔"

سرید کا اثر:

حالی کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ ان کے خیالات سرید کی آواز کی بازگشت ہیں اور اس نسبت سے ان کا اسلوب بھی سرید سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ بلاشبہ حالی کے اسلوب میں سرید کی بعض باتیں ملتی ہیں، جیسے سادگی، منطق، اور اظہار بیان کی بے تکلفی۔

بقول مہدی آقادی:

"سرید کے انداز کی سب سے کامیاب تصور حالی تھے۔"

آل احمد سرور کہتے ہیں:

”مکان کے علاوہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ملے گا اور اسی لئے اس کا خرچ اپنے بھائی کے لئے کافی ہے۔“

فہرست کتاب

”بھروسہ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی حقیقت پر مبنی ترجمہ اور ملخص فرنگی میں اور اکٹاب دستے گئے۔“

میر جعفر مولانا

”میر جعفر مولانا ترجمہ صرف اس سے راجح ہے کہ جس مثالی اور مذکور کو وہ شاعری اور شاعروں کے لیے طوری کھلائے لے ترکیلی کے لیے بھی لازمی ہاتھ پر ہے۔“

مریم کوہر جو قرآن

”میر جعفر مولانا اس سے تباہہ مطلب ہے تو جو دیتے ہیں اور آرائلی بیان کو چنانی کیا جائیں دیتا ہے۔“

مریم قمر احمد سے

”میر جعفر مولانا ترجمہ کو کہا جائے کہ اس میں اچھے کوئے سے الگ کر لینے کے راستے۔ انہوں نے روایوں کا احراام کرنا کھلائے۔“

حروف قرآن

”رسالت میں تقدیر، اکابر و شہری، حدب و خوس، تقدیر، اکابر، اور قدرت بیان کے میں اخراج نے حال کی عذر لالہی اور اکابر کی تقدیر میں اچھے ہے۔“

حرب جنگی تہذیب و تحریک ہے

”رسالت میں اکابر کے مقابل میں انوں میں بنتی قابلیت و صلاحیت کے جو بر و کھانے اور لیٹی با مقصد تحریر ویں اور

”حرب کی تہذیب کی خصوصیہ ہے۔“ تھی خالی کی صراحی اور ان کی شاعری کی بڑی خصوصیت ہے۔

”جن اعلیٰ سال زگس اپنابے نوری پر روتی ہے۔“

”بھی مشکل سے ہوتا ہے جوں میں دید و درہدا۔“